رسید کیا جو ابھی تک موہن لال کا کلمہ پڑھتے تھے۔ ایسے متعدد دھرماتماؤں کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا جو میری مہان شکتی کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ غرض کہ میں کافی تک اپنی شکتی کا مظاہرہ کرتا رہا میں جہاں بھی جاتا، سیوکوں کی ایک بڑی تعداد میرے گرد جمع ہو جاتی۔ میرے چیلوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ میں جو چاہتا کر گزرتا جو سوچتا وہ پورا ہو جاتا۔ مجھے کوئی چنتا یا کوئی پریشانی نہیں تھی۔

دو سال تک میں اپنے آپ میں مگن رہا پھر ایک روز پاربتی کا دھیان آ گیا۔ موہن لال کی موت کے بعد سے اب تک مجھے پاربتی کے درشن نصیب نہیں ہوئے تھے۔ مجھے حیرت تھی کہ دیوی نے مجھ سے منہ کیوں موڑ لیا ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ موہن لال کے بعد میں اس کا واحد سیوک تھا۔

پاربتی کا دھیان آیا تو اس کے شریر کی کوملتا اور روپ کی سندرتا میری نظروں میں گھوم گئی۔ میں نے اسی وقت غسل کیا اور پاربتی کا جاپ کرنے لگا۔ مجھے وشواس تھا کہ جو جاپ میں کر رہا ہوں، اس کے پورا ہوتے ہی دیوی مجھے اپنے درشن اوش دے گی۔ جیسے جیسے دن گزرتے گئے میں دیوی کے درشن کے لیے بے چین ہوتا گیا۔ پھر جب میں نے جاپ پورا کیا تو دیوی میری نظروں کے سامنے موجود تھی۔

طاقت کی عظیم دیوی پاربتی کا درشن ہوتے ہی جاپ کی ساری تکان دور ہو گئی۔ پاربتی اپنی تمام من موہ لینے والی سندرتا کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی لیکن اس کی آنکھوں میں سنجیدگی اور ویرانی تھی۔ وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے میں اس کا سیوک نہیں کوئی اجنبی تھا۔ میں نے دیوی کی نگاہوں میں اجنبیت دیکھی تو تڑپ اٹھا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''دیوی۔ تیری شکتی مہان ہے پرنتو کیا سیوک سے کوئی بھول ہو گئی ہے جو آج تو یوں بدلی بدلی نظر آ رہی ہے؟''

دیوی کوئی جواب دینے کے بجائے مجھ پر نظریں جمائے رہی۔ میں نے دوبارہ کچھ سوچ کر کہا۔

''دیوی...... کیا تجھے موہن لال کی موت کا دکھ ہے؟''

''نہیں۔'' پاربتی نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ ''دیوی دیوتا سیوکوں کے جیون اور مرتیو سے بلند ہوتے ہیں۔ ان سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ موہن لال کو اس کے کیے کا پھل اوش ملنا تھا اس نے خود کو دیوتاؤں سے ادھک اور مہان شکتی کا مالک سمجھ کر پاپ کیا تھا۔''

''پھر...... تیری موہنی نظروں میں میرے لیے وہ پیار کیوں نہیں ہے دیوی۔ جس کے کارن میں نے سنسار کی ساری کٹھناؤں کو برداشت کیا۔''

''کرشن کمار، تم اب مہان شکتی کے مالک ہو۔ تم نے موہن لال جیسے مہان پجاری کو نیچا دکھایا ہے۔ کیا تم شکتی کے زور سے نہیں جان سکتے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔'' دیوی نے معنی خیز انداز میں جواب دیا تو میں نے جلدی سے کہا۔

''دیوی...... مجھے تیرے پیار کے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔ کل کیا ہوگا، اس کی چنتا آج کرنا بیکار ہے۔''

''یہی تمہاری بھول ہے کرشن کمار۔ بھاگ کا لکھا اٹل ہوتا ہے اور بھاگ کے لکھے کو دیوی دیوتاؤں کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ تم بھی نہیں۔''

''پرنتو میرے بھاگ میں کیا لکھا ہے؟'' میں نے بے چین ہو کر پوچھا تو پاربتی مسکرا کر بولی۔

''کرشن کمار، اگر منش کو معلوم ہو جائے کہ کل کیا ہونے والا ہے تو پھر جگدیشور (قادر مطلق) اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے والا سنسار میں ایک بھی نہ رہے۔''

پاربتی کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ میں اس کے چہرے کو خالی خالی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے تیزی سے پوچھا۔

''ہاں...... دیوی تو نے ایک بار کہا تھا کہ اب میں تیرے پوتر استھان پر کبھی نہ آ سکوں گا؟''

''ہاں۔'' دیوی نے سپاٹ چہرے اور سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''جو کہا گیا، وہ ٹھیک کہا گیا۔''

''مجھ پر دیا کرو دیوی۔ مجھے اپنے چرنوں میں جیون گزارنے کی آ گیا دے۔'' میں نے بظاہر یہ جملہ دیوی کو خوش کرنے کی خاطر کہا تھا ورنہ موہن لال کو زیر کر لینے کے بعد مجھے دیوی کا دھیان کم ہی آیا تھا۔

میرا جواب سن کر پاربتی نے مجھے غور سے دیکھا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

''کرشن کمار، دیوتاؤں کو اب ہمارا سنجوگ پسند نہیں۔ تمہیں یہ سن کر بھی دکھ ہوگا کہ اب تم کبھی میرا درشن نہیں کر سکو گے۔''

''پر اس کا کارن کیا ہے؟'' میں نے تڑپ کر پوچھا۔

''کارن تم نہیں جان سکتے کرشن کمار...... پرنتو آنے والا سمے تمہیں سب کچھ بتا دے گا۔''

دیوی کی پُراسرار باتوں نے مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال مچل رہا تھا کہ اگر دیوی مجھے یہ بتا دے کہ کل کیا ہونے والا ہے اور میرے بھاگ میں کیا لکھا ہے تو میں اپنی شکتی کے زور سے قسمت کے لکھے کو بدل دوں لیکن اس سے پہلے کہ دیوی کو اپنے ڈنڈوت سے خوش کر کے اس سے کچھ معلوم کر سکتا۔ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ نہ جانے کیوں پاربتی کے اچانک غائب ہو جانے سے میرے اوپر لرزہ طاری ہو گیا...... یہ کیفیت زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ میں جلد ہی پُرسکون ہو گیا پھر میں نے سوچا۔

کیا اب بھی مجھے پاربتی کی آشیرواد کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنی لگن اور دیوتاؤں کے جاپ سے ایسی طاقت حاصل کر لی ہے جس کے سامنے ساری شکتیاں ہیچ ہیں۔ میں جو چاہوں حاصل کر سکتا

ہوں جو مانگوں مل سکتا ہے۔ میرے ایک اشارے پر بڑی بڑی چٹانیں فنا ہو سکتی ہیں پھر اب مجھے دیوی کے استھان پر رہنے اور اس کے درشن کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دیوی کے استھان پر جا کر میں دنیا کی بہت ساری لذتوں سے بھی تو محروم ہو جاؤں گا۔

میں دیر تک انہی خیالات میں محو رہا۔ اپنا مذہب بدل کر ہندو ہو جانے کے بعد بھی میرا عقیدہ یہی تھا کہ موت برحق ہے اور زندگی چند روزہ ہے۔ چنانچہ اب جب کہ میں بے پناہ پُراسرار قوتوں کا مالک بن چکا تھا اپنی چند روزہ زندگی کو پوری طرح عیش و عشرت کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا اور دنیا کی ان تمام رنگینیوں کو جی بھر کر دیکھنا چاہتا تھا جن سے اب تک میں دور تھا۔ چنانچہ میں پاربتی کے خیال کو ذہن سے جھٹک کر اور سرمستی کے عالم میں اٹھ کر کالی کے اس مندر پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالتا باہر آ گیا جہاں بیٹھ کر میں نے پاربتی کے درشن کے لئے جاپ کیا تھا۔ میں اب جواد کی بیوی سے ملنے جا رہا تھا۔ کسی مست ہاتھی کی طرح میرے قدم اٹھ رہے تھے۔ میں کرشن کمار، ایک مہان پجاری غیر معمولی قوتوں کا حامل...... میری مسرتیں آپ کے تصور میں نہیں آ سکتیں۔ میں اسے بیان کرنے پر قادر نہیں اور آپ اسے تصور کرنے میں۔

سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے اپنے انتقام کی آگ سرد کرنے کے بعد میں پوری طرح آزاد تھا۔ کرہ ارض پر اب کوئی دوسرا شخص نہیں تھا جو میرے سامنے خم ٹھونکنے کی جرات کر سکتا۔ میرے راستے کی تمام رکاوٹیں موہن لال کے مرتے ہی یکے بعد دیگرے ختم ہو گئی تھیں۔ دیوتا میرا مان کرتے تھے۔ میں اب جسے چاہتا انگلی کے اشارے سے تہس نہس کر سکتا تھا۔ چنانچہ جب پاربتی نے مجھے آشیرواد دینے سے انکار کیا اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ اب میں کبھی اس کا درشن نہیں کر سکوں گا تو محض چند لمحوں کے لئے مجھ پر اداسی کا غلبہ ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ میں نے سوچا کہ اب مجھے دیوی کی ضرورت نہیں، میں کالی کے اس مندر سے اٹھ کر باہر آ گیا جہاں بیٹھ کر میں نے دیوی کے درشن کے لئے جاپ کیا تھا۔

میں اب جواد کی بیوی سے ملنے جا رہا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب زندگی کو زندگی کے طور پر گزاروں گا۔ میں ان تمام لذتوں سے آسودہ ہوں گا جن سے اب تک محروم تھا۔ میں زندگی کے تمام رنگوں سے کھیلنا چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی کے باقی دن شاہانہ انداز سے گزارے جائیں گے اسی لئے میں نے پاربتی کے خیال کو ذہن سے جھٹک دیا اور سرمستی کے عالم میں کسی مست ہاتھی کی طرح اپنی مہان شکتی کے نشے میں ڈوبا جواد کے گھر کی طرف قدم اٹھانے لگا۔

☆......☆......☆

میں اپنی داستان مختصر کرتا ہوں۔ جواد کی حسین اور نوجوان بیوی نے جواب مسلمان ہو چکی تھی

مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ شاید اس لئے کہ میں نے جواد کی موت کے بعد اسے دولت سے مالا مال کر دیا تھا اور ہر قسم کی آسائش بہم پہنچائی تھی۔ میری اس فیاضی کے بعد وہ میری بڑی احسان مند تھی۔ اس نے بڑی حسین مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا اور اپنے ملازموں سے میرے لئے ایک کمرا ٹھیک کرنے کو کہا۔ میں بہت تھکا ہوا تھا اس لئے میں نے پہلے اشنان کر کے کپڑے تبدیل کئے پھر سو گیا۔ آج نہ جانے کیوں نرملا پجارن کی یاد رہ رہ کر مجھے مضطرب کر رہی تھی۔ میں سوتے میں بھی اسی کی سندرتا کے خواب دیکھتا رہا۔

شام کو میری آنکھ کھلی تو جواد کی بیوی کو اپنے کمرے میں پایا۔ وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھی میرے جاگنے کی منتظر تھی۔ اس وقت اس نے ہلکے آسمانی رنگ کی ساڑھی باندھ رکھی تھی اور اسی سے ملتے جلتے رنگ کا بلاؤز پہن رکھا تھا۔ میں ایک طوائف کی حیثیت سے اسے کوٹھے پر بھی دیکھ چکا تھا لیکن آج وہ مجھے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کی مدھ بھری آنکھوں میں مستی کے ساغر جھلک رہے تھے۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھا تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"سادھو مہاراج، کیا آپ چائے نہیں پیجئے گا۔"

"میرا نام سادھو مہاراج نہیں بلکہ کرشن کمار ہے۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔ "تم مجھے افضل بیگ بھی کہہ سکتی ہو۔"

"شکریہ۔" جواد کی بیوی (رضیہ) نے شوخی سے مسکراتے ہوئے کہا پھر بڑے دلکش انداز سے پوچھا۔ "اور کتنے روپ ہیں آپ کے......"

مجھے اس کا یہ انداز کچھ عجیب سے لگا۔ بہر حال اس کے تیور میں ایسی دل کشی اور اس ادا میں اتنی وارفتگی تھی کہ میں نے اس کے متعلق کسی اور طرح سے سوچنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"دھیرج سے کام لو۔ آہستہ آہستہ تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

رضیہ نے شام کی چائے پر بڑا اہتمام کیا تھا۔ چائے پی کر میں ٹہلنے کے ارادے سے باہر چلا گیا اور تین چار گھنٹے تک بازاروں میں ادھر ادھر گھومتا رہا۔ راستے میں جہاں کہیں پنڈت پجاری یا سادھو ملتے وہ جھک کر مجھے ڈنڈوت کرتے اور نظریں جھکائے گزر جاتے میں فخر سے سر بلند کئے بازاروں میں ٹہلتا رہا۔ رات بھیگنے لگی تو گھر واپس آ گیا۔ رضیہ نے مجھے کھانا کھلایا۔

وہ دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ اس نے میری قوت کا راز بھی پوچھا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ مجھ سے بے حد متاثر معلوم ہوتی ہے۔ اس کی گفتگو میں اپنائیت اور لہجے میں بلا کی شائستگی تھی۔ جب وہ باتیں کرتی تو خوبصورت نظر آتی۔ رضیہ مجھ پر حاوی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ جب اٹھ کر چلی گئی اور

میں نے سونے کے لئے لیٹا تو نرملا پجارن کی موہنی صورت پھر میرے سامنے آ گئی۔ میں بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ میرے اندر کے انسان اور شیطان میں جنگ ہو رہی تھی پھر جب نرملا پجارن کی جگہ رضیہ کا خوب صورت جسم میری نظروں کے سامنے ابھرا تو میں ضبط نہ کر سکا۔ آہستہ سے اپنے بستر سے اٹھا اور بڑی دلیری کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوا رضیہ کے کمرے میں چلا گیا۔

رضیہ سونے کے لئے لیٹ چکی تھی۔ اس نے اس وقت ایک ریشمی کپڑے کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا۔ جس کے اندر اس کا کندن جیسا جسم دمک رہا تھا۔ رضیہ نے مجھے اپنے سامنے دیکھا اور جلدی سے مسہری پر پڑی شال اوڑھ لی لیکن اس کا حسن دیکھ کر میں مضطرب ہو چکا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے سارے بدن میں چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ چند لمحے تک میں بت بنا کھڑا رضیہ کو دیکھتا رہا پھر معاً مجھے اپنے عزیز دوست جواد علی کا خیال آیا تو میں نے جلدی سے اپنے من کو مار کر باہر جانے کا ارادہ کیا مگر قبل اس کے کہ میں کمرے سے باہر نکلتا رضیہ کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''مہاراج، کیا بات ہے۔ کیا پدھارنے کا ارادہ نہیں ہے؟''

میں نے پلٹ کے دیکھا تو رضیہ بڑے تیکھے انداز میں مجھے تک رہی تھی۔ میرے دل میں پھر ہلچل شروع ہو گئی۔ رضیہ نے میرے چہرے کے تاثرات بھانپتے ہوئے بڑے ہی معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

''مہاراج، کیا تم میرے کمرے میں کسی ضرورت سے آئے تھے؟''

''ہاں...... ہاں۔'' میں نے بے خودی کے عالم میں جواب دیا۔

''اگر کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا۔'' رضیہ بولی۔ ''تمہاری سیوا کرنا میری خوش قسمتی ہو گی۔''

میں رضیہ کو مسلسل گھور رہا تھا...... پھر پاپ اور پن کا تصور میرے ذہن سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ رضیہ کی سندرتا نے مجھے دیوانہ بنا دیا تھا۔ میں سرمستی کی کیفیت سے دو چار جھومتا ہوا آگے بڑھا۔

پندرہ روز تک میں جواد کے مکان پر رہا اس عرصے میں دل بھر کر رضیہ کے قرب سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس کے نازک بدن کی مہک نے مجھے ایسی روحانی لذت سے آشنا کیا تھا جس سے میں اب تک ناواقف تھا۔ میں کسی بھونرے کی طرح پندرہ روز تک اس کے اردگرد منڈلاتا رہا پھر جب پھول کا سارا رس ختم ہو گیا ہو تو میرا دل رضیہ سے اچاٹ ہو گیا۔ سولھویں روز میں نے جانے کا ارادہ کیا تھا رضیہ میرے قدموں سے لپٹ گئی۔

''افضل بیگ...... مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ اب میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گی۔''

''دھیرج رکھو رضیہ۔ میں کچھ دنوں کے لئے جا رہا ہوں جلد ہی واپس لوٹ آؤں گا۔''

رضیہ نے میری بہتیری منت سماجت کی لیکن میرے من کا شیطان اب پوری طرح جاگ چکا تھا۔

میں نے سارے سنسار کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی ٹھانی تھی پھر بھلا میں رضیہ کا بن کر کیسے رہ سکتا تھا۔ چنانچہ میں اسے تسلی دے کر بنارس سے چل پڑا۔ اب میری منزل بمبئی تھی۔

بمبئی میں تقریباً ایک سال رہا۔ اگر مجھے اپنے واقعات پوری طرح بیان کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بمبئی میں پیش آنے والے واقعات ضرور لکھتا' بس اتنا عرض کر دوں کہ بمبئی میں زندگی، میں نے کسی اور ہی طرز پر گزاری۔ لڑکیاں میرا مشغلہ تھیں اور یہ کام میرے لئے یوں بھی مشکل نہ تھا کہ جو لڑکی مجھے پسند آ جاتی میں اسے حاصل کر لیتا۔ رحم اور رعایت کرنا میرے اصول کے خلاف تھا۔ میرے کان اب آہ و فریاد سننے کے سلسلے میں بہرے ہو چکے تھے۔ اب خودسری اور سرکشی میرا مزاج بن گئی تھی۔ میں جو چاہتا کر گزرتا۔ جو سوچتا وہ پورا ہو جاتا۔ میرے گرد میرے چیلوں کا ہجوم اکٹھا رہتا جو ہر وقت میرے لئے ڈنڈوت میں مگن رہتے۔ بمبئی میں قیام کے دوران میں نے زندگی کی مسرتوں کو بہت قریب سے دیکھا لیکن پھر میرا دل یہاں سے بھی اچاٹ ہو گیا۔ میری طبیعت جواب سیمابی ہو چکی تھی مجھے ایک جگہ چین نہ لینے دیتی تھی۔

بمبئی سے روانہ ہو کر میں ایک بار پھر بنارس گیا جہاں چند روز رضیہ کے ساتھ رہ کر متھرا چلا گیا۔ متھرا میں دیوداسیاں ہر وقت میری خدمت پر مامور رہتی تھیں۔ یہاں میرے چیلوں کی تعداد میں ہزاروں کا اضافہ ہو گیا۔ جو میرے ایک اشارے پر زندگی قربان کرنے پر تیار رہتے۔ مندروں کے پجاری بھی مجھ سے خائف رہتے۔ میری کسی بات پر کوئی بھی اعتراض کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے مزید سنگدل اور وحشی بنا دیا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس واقعے کو مختصر بیان کر دوں۔ محض یہ ایک واقعہ یوں تحریر کر رہا ہوں کہ ایسے نہ جانے کتنے واقعات کے متعلق آپ خود تصور کر لیں۔

اس روز ہولی کا تہوار تھا۔ پنڈت، پجاری اور سادھو سبھی تاڑی اور بھنگ کے نشے میں چور تھے۔ مندروں کو دن بھر دھویا گیا اور اب ان میں لوبان سلگ رہا تھا۔ جس کی خوشبو یاتریوں کو مدہوش کر رہی تھیں۔ متھرا کے سب سے بڑے ہنومان مندر میں تو پورا شہر الٹ پڑا تھا۔ بھانت بھانت کی ناریاں موجود تھیں۔ کٹیوں میں مدھ کے پیالے چل رہے تھے۔ آج زندگی میں پہلی بار میں نے بھی اپنے چیلوں کے اصرار پر چڑھا لی تھی اور نشے میں بدمست ہو رہا تھا۔ ہولی جلنے کا وقت آیا تو میں اپنے چیلوں کے ساتھ اٹھ کر کٹی کے باہر آ گیا۔ مندر میں گیا جہاں ایک سے ایک سندر ناریاں بھجن گانے میں مصروف تھیں۔ ان ہی سندر ناریوں میں مجھ کو کوشلیا بھی نظر آئی۔ وہ ہنومان کے بڑے پجاری کی سب سے چھوٹی لڑکی تھی۔ یہی کوئی چودہ پندرہ کا سن رہا ہو گا لیکن اس کی بھرپور صحت دیکھ کر اٹھارہ انیس کا اندازہ ہوتا تھا۔ بڑی ہی حسین تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی دیوی منش کی

شکل میں آ گئی ہو۔

آج تک میں نے کبھی اس سے زیادہ سندر موم کی گڑیا نہیں دیکھی تھی۔ میری آنکھوں کی مستی بڑھ گئی۔ اندر کا شیطان مچل اٹھا۔

بڑے پجاری کو میرے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بھجن چھوڑ کر میرے سواگت کو آ گیا۔ مجھے کوشلیا کی طرف متوجہ پایا تو جلدی سے بولا۔

''مہاراج ...... یہ میری بچی ہے۔ کوشلیا۔''

''مجھے پتا چل گیا ہے۔'' میں نے بڑی حیرت سے کہا۔ ''تجھے یہ جان کر اور بھی خوشی ہوگی کہ آج رات تیری بچی ہماری کٹی میں رہے گی۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج۔'' بڑے پجاری نے مجھے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا تو میں حقارت سے بولا۔

''مورکھ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تو کس سے بات کر رہا ہے۔ تجھے تو پرسن ہونا چاہئے کہ میں تیری لڑکی کو سویکار کر کے تیرا مان بڑھا رہا ہوں۔''

''پرنتو، یہ پاپ ہے مہاراج۔ گھور پاپ۔''

''تو تو مجھے پاپ اور پن کا فرق سمجھائے گا۔'' میں نے غصے سے تلملا کر کہا پھر ایک منتر پڑھ کر پھونکا تو بڑا پجاری مندر کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

پجاری کی چیخ و پکار سن کر مندر کے دوسرے پنڈت پجاری بھی وہاں آ گئے لیکن مجھے غصے میں دیکھ کر کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بڑا پجاری بدستور فرش پر لوٹ رہا تھا۔ میں نے دوسرا منتر پڑھ کر پھونکا تو اس کے شریر میں آگ لگ گئی اور پلک جھپکتے ہی میرے بیروں نے اسے جلا کر بھسم کر دیا۔ دوسرے پنڈت اور پجاری تو سکتے کے عالم میں دو چار کھڑے رہے لیکن کوشلیا اور اس کے کنبے کی دوسری عورتوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ باقی یاتری اپنی اپنی عورتوں کو لے کر مندر سے بھاگ گئے۔ میں نے کوشلیا کو روتے چلاتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کی کلائی زور سے پکڑ لی۔ اس کی ماں آگے بڑھی تو میں نے اپنے چیلوں کو اشارہ کیا جو اس کو پکڑ کر دوسری طرف لے گئے۔

کوشلیا چیختی چلاتی رہی۔ میرے آہنی شکنجے سے بچنے کے لئے اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن میرا بیرا سے زبردستی اٹھا کر میری کٹی میں لے آئے اور میں نے اس کے شاداب حسن کو اپنے ہوس کے جذبے کی بھینٹ چڑھا دیا۔

پھر اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ اسے اٹھا کر واپس اس کے گھر پھینک آئیں۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو مجھے پتا چلا کہ کوشلیا نے رات میری کٹی سے جانے کے بعد جیوہتیا

(خودکشی) کر لی ہے۔ اس کی ماں اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔ میرے اوپر ان باتوں کا مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ کچھ دن مزید متھرا میں قیام کرنے کے بعد میں جے پور چلا گیا۔ یہاں بھی میرے چیلوں نے میرا پُرزور خیر مقدم کیا مگر جے پور سے میرا دل جلد ہی اچاٹ ہو گیا۔ چنانچہ میں نے دہلی جانے کی ٹھان لی۔

بزرگوں کا قول ہے کہ منہ کو خون لگ جائے تو یہ عادت چھوٹنی مشکل ہو جاتی ہے۔ میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہو گئی تھی۔ اپنی غیر معمولی قوت کے ناتے اور کرہ ارض پر سب سے زیادہ طاقت ور ہونے کے احساس نے مجھے انسان سے درندہ بنا دیا تھا۔ میری بعد کی زندگی اسی قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ میں بے قابو ہو گیا۔ عزت نفس میرے ہاں سے ختم ہو گئی تھی۔ میرا کام بس یہ رہ گیا تھا کہ دنیا کی حسین دوشیزائیں میری آغوش کو آسودہ رکھا کریں۔

کسی خوب صورت لڑکی کو دیکھتے ہی میں اس پر بھوکے آدم خور کی طرح ٹوٹ پڑتا تھا۔ میرے بیر پلک جھپکتے ہی میری ہر خواہش پوری کر دیا کرتے تھے لیکن جہاں میں اپنے قلم سے یہ عبرتناک اعتراف لکھ رہا ہوں وہاں یہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے ان غریبوں کو کبھی پریشان نہیں کیا جو امیروں کے ستائے ہوئے تھے۔ میں نے ایسے تمام بڑے لوگوں کو چن چن کر سخت مصیبت سے دوچار کیا جو کمزوروں پر ظلم توڑتے تھے یا پریشان کرتے تھے۔ میں نے ان مہاجنوں کو بھی نہیں بخشا جن کے منہ پر رام رام اور بغل میں چھری ہوتی تھی۔

اس تحریر کا مطلب یہ نہیں کہ میں خود کے لئے آپ سے رحم کی درخواست کر رہا ہوں اور غریبوں کی مدد کرنے کا اظہار کر کے آپ سے کسی رعایت کا طالب ہوں۔ میں نے صاف صاف لکھ دیا ہے۔ خوب صورت عورتوں اور لڑکیوں کے بارے میں میرے اندر چھپے ہوئے شیطان نے کبھی امیر اور غریب کی تمیز نہیں کی اور یہی چیز میری زندگی میں انقلاب لانے کا باعث بنی جس کا ذکر آگے چل کر کروں گا۔

دہلی پہنچ کر بھی میں نے اپنی حرکتیں جاری رکھیں۔ سوچتا ہوں اگر ان تمام واقعات کو تفصیل سے لکھنے بیٹھوں تو کئی ضخیم کتابیں بن سکتی ہیں۔ دہلی میں مجھے قیام کئے ابھی پندرہ بیس ہی روز گزرے تھے کہ میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک روز میں اپنے چیلوں کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ایک شخص جو ذات کا برہمن تھا اور صورت اور شکل سے پریشان دکھائی پڑتا تھا میرے پاس آیا اور گڑگڑا کر بولا۔

''مہاراج، مجھ دکھیارے پر دیا کرو۔ میں بڑی آشائیں لے کر تمہارے چرنوں تک پہنچا ہوں۔''

''کیا بات ہے۔ تم مجھے بڑے بیاکل نظر آتے ہو؟''

''مہاراج، اگر آپ نے میرے اوپر کرپا نہ کی تو میرے پاس جیو ہتیا کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔''

''معاملے کی بات کرو مہاشے۔ کسی نے تمہیں پریشان کیا ہے؟''

برہمن نے مجھے جو کہانی سنائی، وہ عجیب و غریب تھی۔ اس نے واقعات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''مہاراج، مہینے بھر سے اوپر ہو گیا ہے کہ میں ایک رات بھی چین کی نیند نہیں سو سکا۔ میری پتنی کی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے۔ خون تھوکتے اب وہ آدھی بھی نہیں رہی۔ رات بھر وہ مچھلی طرح تڑپتی ہے میں نے تمام جتن کر ڈالے۔ پر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر حکیم اور وید سب جواب دے چکے۔ پرنتو ایک سادھو نے مجھ سے کہا ہے کہ میری پتنی پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ جب تک اس کا توڑ نہیں ہوتا میری پتنی کی حالت نہیں سنبھل سکتی۔''

''کیا تمہیں کسی خاص شخص پر شبہ ہے۔''

''مجھے وشواس ہے مہاراج کہ یہ سب کچھ اسی عورت کی شرارت ہے جو میرے مکان کے قریب رہتی ہے۔'' برہمن نے بڑی عقیدت سے میرے چرن دباتے ہوئے کہا۔ ''ایک بار میری پتنی نے اسے برا بھلا کہہ دیا تھا، تب ہی سے وہ پیچھے لگ گئی ہے۔''

''ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ ''کیا نام ہے اس کلنکنی کا۔''

''اس کا نام رجنی ہے مہاراج۔ جب سے اس کے گندے قدم محلے میں آئے ہیں سب ہی پریشان ہیں، کبھی کسی کا بچہ مر جاتا ہے، اور کبھی اچھا بھلا منش پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑ کر گھر سے نکل بھاگتا ہے اور آپ ہی آپ ٹھیک ہو جاتا ہے۔''

برہمن نے اس عورت رجنی کے بارے میں جو تفصیلات بیان کیں وہ بڑی پُراسرار تھیں۔ میں نے سب کچھ سننے کے بعد اپنے ایک چیلے کو اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جس چیلے کو میں نے برہمن کے ساتھ روانہ کیا وہ بہت سارے جنتر منتر جانتا تھا۔ مجھے وشواس تھا کہ وہ برہمن کی پریشانی دور کرنے کا کوئی نہ کوئی اوپائے ضرور کرے گا۔ ایسے چھوٹے موٹے کاموں کے لئے میں اپنے چیلوں کو بھیج دیا کرتا تھا مگر میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ دو گھنٹے بعد جب میرا چیلا لوٹا تو اس کی حالت بالکل پاگلوں جیسی تھی آتے ہی اس نے پُرجلال آواز میں مجھ سے کہا۔

''کرشن کمار، اگر مکتی چاہتے ہو اور تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو اسی سمے اٹھو اور دہلی سے اپنا منہ کالا کرو۔ یدی (اگر) تم نے انکار کیا تو سمجھ لو کہ میں تمہاری شکتی کو نشٹ کر دوں گا۔ ایسا شراپ دوں گا کہ تمام جیون پاگلوں کی طرح سڑکوں اور گلیوں میں مارے مارے پھرو گے۔''

ایک لمحے کے لئے تو میرے سارے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میرا دل چاہا کہ انگلی کے ایک ہی اشارے سے اسے جلا کر بھسم کر دوں لیکن پھر میرا ارادہ فوراً ہی بدل گیا۔ میں نے اپنی شکتی کے زور سے

معلوم کر لیا کہ وہ نردوش ہے اور کسی گندی طاقت کے زیر اثر ہونے کے سبب مجھ سے باتیں کر رہا ہے چنانچہ میں کچھ دیر تک اس کی آنکھوں میں گھورتا رہا پھر میں نے آگم بتیال کا ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرا چیلا زمین پر اکڑوں بیٹھ کر یوں جھومنے لگا جیسے اس پر نشہ طاری ہو گیا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر ابل پڑ رہی تھیں۔ بار بار وہ اپنے سر کو زور سے جھٹکتا بھی تھا۔

''اب بتاؤ تم کون ہو؟'' میں نے چیلے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''میں لچھمن داس ہوں۔'' میرے چیلے نے جھومتے ہوئے جواب دیا۔

''اس منش پر تمہیں کس نے بھیجا ہے؟'' میں نے دوسرا سوال کیا۔

''رجنی نے۔ میں اس کی ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہوں۔ اس نے میری آتما کو قید کر رکھا ہے۔''

''اب کیا ارادے ہیں تمہارے؟''

''میں نردوش ہوں مہاراج۔ مجھے شما کر دو۔''

''ضرور شما کروں گا پرنتو ابھی نہیں۔'' میں نے غصیلی آواز میں جواب دیا پھر ایک دوسرے منتر کا جاپ کرنے لگا۔

لچھمن داس نے میرے چیلے کے شریر پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ جھوم جھوم کر اپنا سر جھٹک رہا تھا۔ اسی اثنا میں میرے منتر کے بیر رجنی کو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے میرے سامنے لے آئے۔ رجنی کی عمر ستر سال سے کم کسی طرح نہیں تھی۔ چہرے سے خباثت عیاں تھی۔ آنکھوں میں عیاری کوٹ کوٹ کر بھری تھی لیکن میری شکتی کا تماشا دیکھ لینے کے بعد وہ میرے سامنے جھکنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ میری آنکھیں جیسے ہی رجنی سے چار ہوئیں اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ بلند ہوئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ میرے چرن چھونے کے ارادے سے آگے بڑھی مگر میرے بیروں نے میرے اشارے پر اسے درمیان میں جکڑ لیا۔

''جانتی ہے کلنکنی کہ تو اس سمے کس کے سامنے کھڑی ہے۔'' میں نے گرج کر کہا تو رجنی تھر تھر کانپنے لگی۔ ہاتھ جوڑ کر مجھ سے بولی۔

''شما کر دو کرشن کمار مہاراج۔ اگر مجھے خبر ہوتی کہ یہ چیلا تمہارا تھا تو میں کبھی اس پر جادو نہ کرتی۔''

''مورکھ!'' میں دانت پیس کر غرایا۔ ''کیا تجھے یہ پتا نہیں تھا کہ ہم اس شہر میں براجمان ہیں؟''

''نہیں مہاراج، میں کالی مائی کی سوگند کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے خبر نہ تھی۔'' رجنی گڑگڑا کر بولی۔

''مجھے شما کر دو مہاراج۔''

''شما کر دوں اور وہ بھی تجھے۔'' میں حقارت سے بولا۔

''مہاراج، میں وچن دیتی ہوں کہ دوبارہ کبھی تمہاری شکتی سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کروں گی۔''

رجنی سرتاپا کانپ کر بولی۔

"کلنکنی تو مجھے بھی دھوکا دینا چاہتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تیرے من میں اس سے کیا ہے کیا تو یہ نہیں سوچ رہی کہ پچھمن داس کے آزاد ہوتے ہی مجھ پر حملہ کرے گی۔"

میرا جملہ سن کر رجنی کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ میں نے کڑک کر کہا۔

"تو نے کالی مائی کا نام لے کر جھوٹ بولا ہے اس لئے اب تجھے اس کا مزہ بھی چکھنا ہوگا۔"

پچھمن داس ہنوز میرے چیلے پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ میرے بیروں نے اسے بھی جکڑ رکھا تھا۔ رجنی کی حالت بھی خراب ہو رہی تھی پھر میں پچھمن داس کی آتما کو مخاطب کر کے بولا۔

"کمینے۔ میں تجھے ایک شرط پر شما کر سکتا ہوں۔"

"مہاراج، مجھے تو تمہاری ساری شرائط منظور ہیں۔"

"اچھا... تو اب میں تجھے آزاد کرتا ہوں پرنتو میری آ گیا پر اب تجھے میرے چیلے کو چھوڑ کر رجنی کے شریر میں داخل ہونا ہوگا اور اسے موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا۔"

"میں تیار ہوں مہاراج۔"

دوسرے ہی لمحے میری نگاہوں کے سامنے ایک دلچسپ کھیل شروع ہو گیا۔ میرا چیلا اچانک ٹھیک ہو گیا اور یوں اٹھ کھڑا ہو گیا جیسے ابھی تک وہ سو رہا ہو۔ دوسری طرف رجنی کسی بت کی طرح بے حس وحرکت کھڑی تھی لیکن اس کی یہ کیفیت زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ میرے چیلے کے ٹھیک ہوتے ہی رجنی نے ہنسنا شروع کر دیا جیسے کوئی اسے گدگدا رہا ہوں۔ چند لمحے تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہی پھر یکلخت اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اس کے چہرے پر وحشت نمودار ہو رہی تھی۔ وہ اچانک میرے قریب آئی اور میرے چرنوں کے قریب گھٹنوں پر بیٹھ کر اس طرح جھومنے لگی جیسے مجھے ڈنڈوت کر رہی ہو۔ چند لمحے تک وہ اسی انداز میں جھومتی رہی پھر اس نے میری سمت دیکھا۔

"مہاراج، اب کیا آ گیا ہے؟" رجنی کے ہونٹ ہلے لیکن آواز پچھمن داس کی نکلی۔

"اس کو مار ڈالو پچھمن داس۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

میں نے جیسے ہی اپنا جملہ ختم کیا رجنی نے جھک کر ایک بار پھر مجھے ڈنڈوت کیا اس کے بعد وہ قدرے اور جھکی پھر اس نے اپنا سر زمین پر مارنا شروع کر دیا۔ جس کی شدت میں ہر لمحے تیزی آتی گئی۔ کچھ دیر بعد ہی رجنی کا سر پھٹ گیا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ تازہ تازہ خون فرش پر بہہ رہا تھا۔ رجنی کا سر پاش پاش ہوا تو اس کا بھیجا کھوپڑی سے نکل کر فرش پر تڑپنے لگا۔ اس کا چہرہ بھیانک ہو رہا تھا۔ پندرہ بیس منٹ تک یہی کھیل جاری رہا پھر رجنی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک بار پھر اس کے لب ہلے اور میرے کانوں سے پچھمن داس کی آواز ٹکرائی۔

"مہاراج، میں نے تمہارا کہا پورا کر دیا۔ اب میرے لئے کیا آ گیا ہے؟"

"پچھمن داس۔" میں نے گرج کر کہا۔ "میں تمہیں آزاد کرنے کا وچن دے چکا ہوں، پرنتو تمہیں بھی مجھ سے ایک عہد کرنا ہوگا۔"

"تمہاری شکتی مہان ہے مہاراج۔ میں ہر وچن کے لئے تیار ہوں۔"

"میں تمہیں کیول اسی شرط پر شما کر سکتا ہوں کہ پھر تم کبھی کسی منش کو پریشان نہیں کرو گے۔"

"میں وچن دیتا ہوں مہاراج کہ آئندہ کسی کو پریشان نہیں کروں گا۔"

"اچھا جاؤ، ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔

میرا اشارہ کرنا تھا کہ رجنی کا جسم لڑکھڑانے لگا۔ پچھمن داس کی آتما اس کے شریر سے نکل رہی تھی۔ رجنی آگے پیچھے جھکولے کھاتی رہی پھر جیسے ہی پچھمن داس کی آتما نے اس کے شریر کو چھوڑا وہ مردہ ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گئی۔ میرا چیلا حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ تمام منظر دیکھ رہا تھا۔ میرے اشارے پر وہ رجنی کے مردہ جسم کو گھسیٹ کر باہر پھینک آیا پھر میرے چرن دبانے بیٹھ گیا۔

آپ نے میری شکتی دیکھی، میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے پاس اتنی طاقت ہوتی تو آپ کا انسانوں سے رویہ کیا ہوتا۔ طاقت کا احساس بہت عجیب ہوتا ہے۔ دولت مند کسی قدر اس احساس کا اندازہ کر سکتے ہیں مگر میری دولت تو بہت مختلف تھی۔ وہ تو دنیا کی تمام دولتوں سے زیادہ بڑی تھی اور اسی لئے دنیا کے تمام بلند احساسات سے بلند تر تھی۔

دہلی سے اب میرا دل اچاٹ ہونے لگا تھا۔ میں کچھ دنوں کے لئے واپس بنارس جا رہا تھا لیکن اس سے پیشتر کہ میں ارادے کو پورا کرتا ایک روز میری نظر ایک ایسی لڑکی پر پڑی جو حسن و شباب کے معاملے میں اپنی مثال آپ تھی۔ وہ مجھے کناٹ پلیس پر ملی تھی۔ میں اسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ اس کے ایک ایک انگ سے مستی پھوٹ رہی تھی۔ اگر میں چاہتا تو اسے شکتی کے زور سے پکڑ لے جاتا لیکن میں نے دیدہ و دانستہ ایسا نہیں کیا اور اس کے ساتھ ساتھ لگا رہا۔ اس کا مکان دیکھ کر میں واپس اپنی رہائش پر آ گیا۔ رات آئی تو میرے اندر کھولن سی ہونی شروع ہوئی۔ میں نے اپنے منتر کے بیروں کو روانہ کیا کہ وہ جا کر میری مطلوبہ لڑکی اٹھا لائیں۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جب سے مجھ پر عورتوں کا بھوت سوار ہوا تھا، میں نے دارو پینی بھی شروع کر دی تھی۔ اس روز میں بھی اپنے بیروں کو روانہ کرنے کے بعد دارو پینے بیٹھ گیا تھا۔

کچھ دیر ہی گزری تھی کہ میرے بیر اس لڑکی کو اٹھا لائے۔ لڑکی کے ساتھ اس کا بوڑھا باپ بھی تھا۔ اس کے چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ اس کی سمجھ یہ معاملہ نہیں آ سکا تھا کہ وہ کون سی ماورائی طاقت ہے جو اس کی اکلوتی بیٹی کو اس کی مرضی کے خلاف گھسیٹے لئے جا رہی تھی لیکن جب اس کی نظر مجھ

پڑی تو وہ سب کچھ سمجھ گیا اور دانت پیس کر بولا۔

''مردود ..... تو نے میری بیٹی کو یہاں کس لئے بلایا ہے؟'' بوڑھے نے مجھے نفرت سے مخاطب کیا۔

''چلا جا بوڑھے نہیں تو جلا کر بھسم کر دوں گا۔''

''شیطان، کیا خدا نے تجھے اتنی طاقت اسی لئے بخشی ہے کہ تو دوسروں کی بہو بیٹیوں کو بری نظر سے دیکھے۔''

''میں کہتا ہوں چلا جا یہاں سے۔'' میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ تو اس وقت کرشن کمار مہاراج کے سامنے کھڑا ہے جس کی مہان شکتی کے آگے بڑے بڑے دیوی دیوتا بھی نہیں ٹھہر سکتے؟''

''کمینے ..... ذلیل ..... کیا تو خدا سے بھی زیادہ طاقت ور ہے؟'' بوڑھے نے دیوانگی سے چلاتے ہوئے کہا۔ ''اس کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ..... غوث پاک نے چاہا تو تیرا یہ غرور خاک میں مل جائے گا۔''

دارو کا نشہ اور لڑکی کی موجودگی نے مجھ پر ایک سرور طاری کر دیا تھا۔ ایسے ماحول میں اس ناتواں بوڑھے کی بدکلامی نے میرا دماغ الٹ دیا۔ میں اسے انگلی کے ایک اشارے سے برباد کر سکتا تھا لیکن پھر مجھے اس پر دیا آ گئی۔ میں نے اپنے بیروں کو حکم دیا تو وہ اسے اٹھا کر باہر لے گئے۔

لڑکی جو بڑی سہمی کھڑی تھی میرا ارادہ بھانپ کر بڑی اونچی آواز میں چیخنے چلانے لگی۔ اس نے مجھے خدا، رسولؐ اور تمام پیغمبروں کا واسطہ دیا لیکن یہ تمام باتیں مجھے اب متاثر نہیں کرتی تھیں میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سخت اور درشت بنتا جا رہا تھا۔ جب وہ سسکتی بسورتی اور میرے منہ پر تھوکتی باہر چلی گئی تو میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ جب دوشیزائیں مجھ سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتیں تو میرا لطف سوا ہو جاتا پھر میں انہیں زیر کرتا اور مجھے فتح کا احساس ہوتا جہاں مجھے اپنی شکتی آزمانے کا موقع ملتا، وہاں مجھے کچھ اور ہی لذت محسوس ہوتی۔

لڑکی کے جانے کے بعد میں دوبارہ دارو پینے بیٹھ گیا۔ اس سمے مشک اور عنبر کی خوشبو میری ناک سے ٹکرائی۔ میں یہی سمجھا کہ شاید پاربتی نے اپنے کسی سیوک کو میرے پاس بھیجا ہے لیکن جلد ہی میرے ذہن پر جیسے دھند سی طاری ہونے لگی۔ ایک عجیب سی غنودگی سے آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہونے لگے اور پھر ..... پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ میں اندھیروں میں گم ہوتا گیا۔

☆.....☆.....☆

نہ جانے کس نے مجھے مدہوش کر دیا تھا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ایک ویرانے میں

پڑا پایا۔ وہاں ہر طرف ویرانی کا راج تھا اور وحشت برس رہی تھی۔ میں حیرت اور غصے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ مجھے اس بات کی مطلق خبر نہ ہو سکی کہ میں یہاں کب اور کیوں کر آ گیا۔ معاً مجھے مشک اور عنبر کی خوشبو اور پاربتی کا دھیان آ گیا۔ میں سوچنے لگا کہ ہو نہ ہو دیوی کا کوئی سیوک ہو گا جس نے دیوی کی آ گیا پر مجھے یہاں پہنچایا تھا ورنہ اس دھرتی پر پاربتی اور شیو جی مہاراج کے سوا بھلا اور کس کی شکتی تھی کہ مجھے ہاتھ لگا سکتی۔

دیوی کا دھیان میرے ذہن میں ابھرا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میری خوشی کا کارن یہ تھا کہ دیوی نے مجھ سے کہا تھا کہ اب میں کبھی اس کا درشن نہ کر سکوں گا۔ پرنتو اب خود دیوی شاید مجھے اپنا درشن دینا چاہتی تھی۔ میں دیوی کے سامنے آنے کا منتظر تھا۔ جب بہت دیر گزر گئی اور دیوی میرے سامنے نہیں آئی تو میرا دماغ بھنا گیا۔ یہ جاننے کے لئے کہ میں اس سمے کہاں ہوں اور مجھے یہاں کون لایا تھا۔ میں نے ایک منتر پڑھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ مجھے پورا وشواس تھا کہ میں آنکھیں بند کرتے ہی سب کچھ جان جاؤں گا لیکن آنکھ بند کرتے ہی میں چونک پڑا۔ کسی کے سرد ہاتھوں کا لمس اپنے شانے پر محسوس کر کے میں نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں اور اس بوڑھے کو گھورنے لگا جو میرے الٹے ہاتھ پر موجود تھا۔ سر سے پاؤں تک اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی داڑھی اور سر کے بال بھی بالکل سفید تھے۔ ہاتھ میں اس نے ایک تسبیح تھام رکھی تھی۔ اس کی پُر وقار نظریں میرے اوپر مرکوز تھیں اور ہاتھ تسبیح کے دانوں پر چل رہے تھے۔ مجھے اس بوڑھے کو ویرانے میں اچانک اپنے قریب پا کر بڑی حیرت ہوئی اس لئے کہ ایک منٹ پہلے دور دور تک کسی آدم زاد کا وجود وہاں نہ تھا پھر وہ کون تھا؟ اچانک کہاں سے آ گیا؟ ایک لمحے تک میں اس کو خشمگیں نظروں سے دیکھتا رہا پھر خشک لہجے میں پوچھا۔

''کیا بات ہے مہاشے، کون ہو تم اور تم نے میرے شریر کو چھونے کی ہمت کیسے کی؟''

''میں سمجھا تھا کہ شاید تم راہ بھٹک کر ادھر آ نکلے ہو۔'' بوڑھے نے بڑی نرم آواز میں کہا۔ ''میں تمہیں راہ دکھانے کی خاطر تمہارے پاس چلا آیا۔ تم راہ سے بھٹکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔''

''تم .....'' میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''بوڑھے تم اور مجھے راہ دکھاؤ گے۔ جاؤ بڑے میاں، اپنا راستہ ناپو۔ اللہ اللہ کرو۔ تمہیں شاید پتا نہیں کہ تم کرشن کمار مہاراج سے مخاطب ہو۔ جس کے پاس سنسار کی سب سے ادھک شکتی ہے۔''

''میں جانتا ہوں کہ تم کتنی طاقت کے مالک ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم پہلے افضل بیگ تھے لیکن تم بہک گئے اور اپنے مذہب کو چھوڑ بیٹھے۔'' بوڑھے نے بدستور نرمی سے جواب دیا پھر بولا۔ ''مگر یاد رکھو افضل بیگ کہ خدا نے تمہیں اس لئے طاقت نہیں بخشی کہ تم کمزوروں کو اپنے ظلم کا نشانہ بناؤ اور ان کی عزت سے کھیلو۔ غریبوں اور مظلوموں کی آہ سے عرش کے پائے تک ہل جاتے ہیں۔''

''بڑے میاں، اپنا اپدیش (نصیحت، پند) اپنے پاس رکھو۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''تم کیا جانو پاپ اور پُن کسے کہتے ہیں۔ تمہاری سمجھ میں آنے والی باتیں نہیں جاؤ، اپنا راستہ لو۔''

''تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو افضل بیگ۔ مجھے بتاؤ تاکہ میں تمہاری مدد کرسکوں۔'' بوڑھے نے پر جلال لہجے میں کہا۔

''تم ...... اور میری سہائتا کرو گے۔'' میں دانت پیس کر بولا پھر مجھے معاً خیال آیا کہ کہیں وہ بوڑھا بھی دو چار جنتر منتر سے واقف تو نہیں جو اس طرح میرے سامنے آکر اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے۔ یقیناً ایسی ہی بات ہے۔ میرے من نے گواہی دی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اچانک اس ویرانے میں کہاں سے آن ٹپکتا۔

اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی مجھے ہنسی آگئی پھر میں نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر اسے دیکھا اور کہا۔

''سنو میاں جی، ہوسکتا ہے کہ تم نے کسی پنڈت پجاری کی سیوا کر کے دو چار داؤ پیچ سیکھ لئے ہوں پرنتو اس سمے تم کرشن کمار مہاراج کے سامنے کھڑے ہو جس کے آگے ہنومان کی شکتی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ دیکھو گے میری شکتی کا تماشا۔''

بوڑھا مجھے ترحم کی نظروں سے دیکھتا رہا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

''تم واقعی راہ سے بھٹک گئے ہو افضل بیگ جو ایسے کفر کے کلمات تمہاری زبان سے ادا ہو رہے ہیں۔ تم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں یہ بھی بھول گئے کہ جس خدا نے تمہیں یہ سب کچھ دیا ہے، وہی اسے واپس بھی چھین سکتا ہے۔ میری مانو تو اب بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرلو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ توبہ کے دروازے بھی تم پر بند کردیئے جائیں۔''

بوڑھے کی بات سن کر جیسے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ موہن لال کے بعد کسی نے پہلی بار مجھے اس گستاخانہ لہجے سے مخاطب کیا تھا۔ میں اس کی یہ باتیں کس طرح برداشت کرسکتا تھا۔ میں نے اسے بھاگ جانے کا موقع بھی دیا تھا مگر اب میں اسے کشٹ دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں اسے بتانا چاہتا تھا کہ میں کون ہوں، کیا ہوں چنانچہ میں نے ایک منتر پڑھ کر گردن کو جھٹک دیا۔ میرا گردن کا جھٹکنا تھا کہ میرے بیر شعلہ بن کر اس کی سمت لپکے۔ مجھے وشواس تھا کہ میرے بیر پل بھر میں اسے جلا کر بھسم کردیں گے لیکن اس سمے میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں کو اس بوڑھے کے شریر سے ٹکرا کر بے اثر ہوتے دیکھا۔

''افضل بیگ۔'' بوڑھے نے اس بار قدرِ سخت لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''تمہاری آنکھوں پر جو پردہ پڑا ہوا اسے دور کرنے کی کوشش کرو۔ اپنے قادرِ مطلق کو پہچانو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔''

''مورکھ۔'' میں گرج کر بولا۔ ''تو میرے ایک وار سے تو بچ گیا لیکن اب میں تجھے ایسا شراپ دوں گا کہ تیری آتما بھی سدا ابیاکل رہے گی۔ لے سنبھل۔''

میں نے پینترا بدل کر آگم بتیال کا ایک خطرناک جنتر پڑھنا چاہا لیکن میری زبان پر جیسے تالے پڑ گئے تھے۔ میں نے بار بار کوشش کی کہ جنتر کا جاپ کروں لیکن میری قوت گویائی سلب ہوگئی تھی۔ سفید ریش بوڑھے کی انگلیاں تسبیح کے صاف و شفاف دانوں پر بڑی تیزی سے چل رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے اب جلال ٹپک رہا تھا۔ چند لمحے تک وہ خاموش کھڑا رہا پھر بولا۔

''افضل بیگ، اس بار میں تم کو معاف کر رہا ہوں لیکن اتنا یاد رکھنا کہ اب اگر تم نے اپنی طاقت کا ناجائز استعمال کر کے کسی مجبور اور بے کس کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔''

میں اپنی جگہ کسی بت کی طرح کھڑا اس بوڑھے کو تکتا رہا۔ میری زبان بند تھی پھر اچانک مشک اور عنبر کی تیز خوشبو کا جھونکا میری ناک سے ٹکرایا۔ میرے اوپر غنودگی طاری ہونے لگی۔ میرے پپوٹے بوجھل ہو کر بند ہونے لگے۔ میرا ذہن یکبارگی پھر گھپ اندھیرے میں ڈھلتے سورج کی طرح غروب ہوگیا۔

دوبارہ مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو اسی مکان میں پایا جہاں میں نے ایک خوب صورت لڑکی کو پامال کیا تھا۔ دارو کی بوتل میرے سامنے رکھی تھی۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور ہر چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ میرا ذہن ابھی تک بوجھل ہو رہا تھا۔ میں نے حالات پر غور کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ میں نے متعدد جنتر پڑھ کر اپنے بیروں کے ذریعے اس بوڑھے کو معلوم کرنا چاہا لیکن اس میں مجھے مایوسی ہوئی۔ بڑی دیر تک میں پیش آنے والے واقعات پر غور کرتا رہا پھر اس خیال سے کہ شاید میں نے دارو کے نشے میں کوئی خواب دیکھا ہوگا ان باتوں کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا اور دوبارہ دارو پینے میں مصروف ہوگیا۔ میں نے اپنے من کو یہ سوچ کر شانت (مطمئن) کردیا تھا کہ میں کرشن کمار مہاراج جو پاربتی، شیو شنکر اور دیوتاؤں کے بعد سنسار میں سب سے زیادہ طاقت ور ہوں۔ جس کی ہر آشا پلک جھپکتے میں پوری ہوتی ہے۔ بھلا اس کے مقابلے پر آنے کی ہمت کون کرسکتا ہے۔ جو کچھ میں نے دیکھا، وہ یقیناً ایک خواب ہی ہوگا۔

میں بات اور مختصر کرتا ہوں۔ دہلی میں مزید کچھ دن قیام کرنے کے بعد لکھنو اور کانپور میں اپنی شکتی کے جھنڈے گاڑتا ہوا بنارس جا پہنچا۔ لکھنو اور کانپور میں میرا قیام ایک مدت تک رہا لیکن اس عرصے میں کچھ ایسے واقعات پیش آتے رہے کہ میں کسی عورت کے ساتھ وقت نہ گزار سکا۔ گو یہ واقعات قابل ذکر نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ لکھنو کے بانکوں کے دلوں پر میری طاقت کا ایسا رعب طاری تھا کہ ہندو تو ہندو، مسلمان بھی جہاں مجھے دیکھ لیتے تعظیم جھک جاتے تھے۔ یہاں بھی میں نے ایسے تمام افراد کو چن

چن کر کڑی سزائیں دیں جو اپنے سے کمزوروں پر ظلم کرتے تھے۔ کانپور میں سرکشوں نے سر اٹھا رکھا تھا۔ جہاں دو چار سر پھرے ملے ایک ٹولی بن گئی پھر یہ ٹولی شرفا کی پگڑیاں سر بازار اچھالنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔ آئے دن گلی کوچوں اور کھلی سڑکوں پر ہنگامہ ہوتا رہتا۔ میرے چیلوں نے یہ صورت حال دیکھی تو مجھے آ کر بتایا۔ میں نے ان ٹولیوں کو قلع قمع کیا اور ایسے تمام بدمعاشوں کو گھیر گھیر کر سزائیں دیں جو شریف اور سیدھے سادے لوگوں کے لئے وبال جان بنے ہوئے تھے۔

دہلی میں سفید ریش بوڑھے والا واقعہ جسے میں خواب سمجھا تھا میرے ذہن سے یکسر نکل چکا تھا۔ یاد بھی کیسے رہتا جب کہ میں خود کو سنسار کا سب سے زیادہ بلوان اور مہان شکتی کا مالک سمجھ بیٹھا تھا۔ بہر حال بنارس پہنچ کر میں سیدھا جواد کے مکان پر گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ رضیہ کے ساتھ کچھ دن عیش و عشرت میں گزار کر الہ آباد آ جاؤں گا مگر جس وقت میں وہاں پہنچا رضیہ گھر پر موجود نہیں تھی۔ اس کے نوکر چاکر اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا تو وہ رضیہ کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ ایک ملازم نے صرف اتنا بتایا کہ ادھر کچھ دنوں سے رضیہ روزانہ رات ہوتے ہی کہیں چلی جاتی ہے اور صبح سے پہلے اس کی واپسی نہیں ہوتی۔ ایک عرصے سے عورت کے قرب سے دور رہنے کی وجہ سے میرے اندر کا شیطان رضیہ کے گھر پہنچتے ہی بے چین ہو گیا تھا۔ میرے من میں کوئی ایسی ویسی بات رضیہ کی طرف سے نہیں تھی لیکن جب میں نے وہی منتر پڑھ کر آنکھیں بند کیں جس کی شکتی کے زور سے میں ہزاروں میل دور کی مطلوبہ چیزوں کو دیکھ سکتا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مجھے ایسا احساس ہوا جیسے کسی نے بھرے بازار میں مجھ پر کیچڑ اچھال کر میرا اپمان کیا ہو۔

رضہ اس سمے اپنے ایک آشنا کے ساتھ اس کے گھر میں رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھیں۔ میں نے اس مکان کا نقشہ ذہن نشین کرنے کے بعد آنکھیں کھول لیں۔ میری آنکھوں سے نفرت کے شعلے پھوٹ رہے تھے۔ میں بھلا یہ کس طرح برداشت کر سکتا تھا کہ رضیہ جسے جواد کے بعد میں نے پہلی بار سوئیکار کیا تھا، کسی اور کے ساتھ رنگ رلیاں منائے چنانچہ میں اسی وقت مطلوبہ مکان پر پہنچا اور دندناتا ہوا سیدھا اسی کمرے میں گھس گیا جہاں رضیہ اپنے ناپاک مشغلے میں مگن تھی۔ اپنے بیروں کے ذریعے میں نے یہ بھی پتا چلا لیا تھا کہ رضیہ کا آشنا پولیس کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہے۔ جواد کی شادی سے پہلے بھی وہ رضیہ کے عشاق میں سے تھا مگر اب تو اسے پوری طرح کھل کھیلنے کا موقع میسر آ گیا تھا۔ وہ دونوں اتنے محو تھے کہ انہیں میرے آنے کی اطلاع تک نہ ہوئی۔ شاید انہیں یقین تھا کہ بند دروازوں سے گزر کر کوئی بھی ان کی خلوت میں نہیں داخل ہو سکتا۔ میں ایک پل تک ان دونوں کو بڑے اطمینان سے دیکھتا رہا پھر میں نے گردن کی ایک ہی جنبش سے رضیہ کا کام تمام کر دیا۔ اس کی کربناک چیخ اور گردن سے ابلتا ہوا خون دیکھ کر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اچھل پڑا پھر جو اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ یہی سمجھ سکا کہ میں نے غالباً رضیہ پر کسی ہتھیار سے حملہ کیا ہے۔ چنانچہ اس نے بڑی پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر بستر کے نیچے سے اپنا بھرا ہوا پستول نکالا اور میرا نشانہ لے کر بولا۔

"کون ہو تم اور بلا اجازت میرے کمرے میں کس لئے گھس آئے؟"

"میں تجھے اس بات کی سزا دینے آیا ہوں کہ تو نے میری امانت میں خیانت کی گستاخی کی ہے۔"

"لیکن اب تم میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکو گے۔ میں تمہیں جہنم رسید کر ڈالوں گا۔" ڈپٹی صاحب جنہیں اس وقت اپنے تن بدن کا ہوش نہیں تھا جو میرے سامنے مادرزاد برہنہ کھڑے تھے کڑک کر بولے پھر مجھ پر فائر بھی کر ڈالے لیکن میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ جھلاہٹ میں ان کی دونوں گولیاں ضائع گئی تھیں۔ پھر قبل اس کے کہ وہ تیسرا فائر کرتا میرے بیروں نے اشارہ پاتے ہی اس کا ٹینٹوا دبا دیا۔ اس کی موت بڑی اذیت ناک تھی لیکن میرا دل جواب فولاد کی طرح سخت ہو چکا تھا اس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ میں اس کی لاش کو ٹھوکر مار کر واپس جواد کے گھر آ گیا۔

رضیہ کی موت نے مجھے راکھشش بنا ڈالا تھا۔ اس کی بے وفائی نے میرے من کو کٹھور بنا دیا۔ پہلے نرملا پجارن نے میرے ساتھ دغا کی تھی اور اب رضیہ نے مجھ سے دھوکا کیا تھا چنانچہ میں نے طے کر لیا تھا کہ دھرتی کی تمام عورتوں سے اس کا بدلہ لوں گا۔ رات بھر میں بیاکل رہا۔ ایک پل کو بھی نہ سو سکا۔ رضیہ کی دغا بازی میرے دل و دماغ کو کچوکے لگاتی رہی۔ دوسری صبح میں نے اشنان کرنے کے بعد بنارس کو خیر باد کہا اور آلہ باد کے لئے روانہ ہو گیا۔

الہ آباد پہنچتے ہی میرے مشاغل میں اور شدت آ گئی جو بھی خوب صورت عورت مجھے نظر آتی میں اسے اپنے بیروں کے ذریعے اٹھوا لیتا پھر اسے ایسا کشٹ دیتا کہ وہ بلبلا اٹھتی۔ اس کی سندرتا کو مسخ کر ڈالتا کہ کوئی دوسرا منش اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا لیکن حسن اتفاق سے یہاں میں نے جتنی بھی عورتوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا وہ سب ہندو تھیں۔

آٹھ ماہ تک میں الہ آباد میں رہنے کے بعد دوبارہ دہلی کے لئے روانہ ہو گیا۔ میں یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ دہلی جانے میں ارادے کو دخل تھا یا پھر کوئی غیر مرئی قوت مجھے وہاں گھسیٹ لے گئی تھی۔ بہر حال دہلی واپس جا کر میرے ساتھ جو حادثہ پیش آیا وہ اپنی نوعیت کا ایک ایسا عجیب و غریب اور انوکھا حادثہ تھا جس کو یاد کر کے آج بھی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مجھے جھرجھری آ جاتی ہے۔ وہ حادثہ جس نے مجھے منقلب کر دیا۔ کرشن کمار کو پہلی بار اپنی شکتی کا اندازہ ہوا۔ میں واقعات کو اسی ترتیب سے تحریر کر رہا ہوں جس طرح سے وہ پیش آئے۔

دہلی واپس آ کر میں نے اپنی شیطنت کے سلسلے کو جاری رکھا۔ اب میں عورتوں کے سلسلے میں اس قدر سنگ دل اور وحشی بن چکا تھا کہ اگر دیوی بھی ایک بار میرے سامنے آتی تو میں اپنی شکتی کے گھمنڈ میں

اس کو بھی روند ڈالنے کے ارادے سے باز نہ رہتا۔ رضیہ کی موت کے بعد سے میرے لئے ہر شخص ایک جیسا ہو گیا تھا۔ میں جس کو مناسب سمجھتا روند ڈالتا اور جس کو چاہتا مالا مال کر دیتا۔ اب میرے پاس کوئی ایسی کسوٹی نہیں تھی جس پر مظلوم اور مجبور کو پرکھا جا سکتا ہو۔ میری ان باتوں اور حرکتوں کا پتا میرے چیلوں کو بھی تھا لیکن کسی میں اتنی جرات نہ تھی کہ آنکھ اٹھا کر بھی میری طرف دیکھ سکتا۔ اگر مجھے کسی پر اس بات کا شبہ بھی ہو جاتا کہ وہ میرے خلاف ہے تو میں اس کو اتنی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارتا کہ دیکھنے والوں کی روح تک تڑپ اٹھتی تھی۔

ان دنوں ہی میرے چیلوں میں سے ایک نے مجھے ایک مسلمان بزرگ کے بارے میں بتایا جو تعویذ گنڈوں کا کام کرتا تھا۔ کسی کے کہنے پر اس نے میرے چیلے پر کوئی ایسا عمل کیا تھا کہ وہ تین ماہ تک پٹی سے لگا رہا۔ بیماری سے نجات پاتے ہی وہ سیدھا میرے پاس آیا اور میرے چرن تھام کر رونے گانے لگا۔ میں نے اپنے بیروں کے ذریعے اصل بات کا کھوج لگایا تو مجھے پتا چلا کہ جو کچھ بزرگ نے کیا وہ حق بہ جانب تھا۔ غلطی کی ابتدا میرے چیلے کی ہی جانب سے ہوئی تھی لیکن جس انداز میں اس نے میرے کان بھرے اور اس ضعیف العمر کی طاقت کا تذکرہ کیا تھا تو اس نے مجھے تاؤ دلایا۔ میں نے طے کر لیا کہ اس شخص کو ضرور کشٹ دوں گا۔ چنانچہ اسی وقت میں اپنے چیلے کو لے کر بزرگ کے مکان پر جا پہنچا۔ مجھے یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اس نے کبھی کسی کو دیدہ و دانستہ پریشان کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بے حد ملنسار اور نرم مزاج واقع ہوا تھا۔ مجھے بپھرا دیکھ کر بھی اس کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آیا بلکہ اس نے بڑی نرمی سے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کرشن کمار، اگر تم مہان شکتی کے مالک ہو۔ خدا اور بھگوان پر یقین رکھتے ہو تو یقین کرو کہ میں نے تمہارے چیلے کے ساتھ جو سلوک کیا وہ حق بہ جانب تھا۔"

اس وقت میں طیش کے عالم میں تھا اس لیے میں نے اس نیک مرد کی سنی ان سنی کر دی اور گرج کر بولا۔

"بڈھے، کیا تجھے یہ پتا نہیں تھا کہ یہ پجاری کرشن مہاراج کا چیلا ہے۔"

"غصے کو تھوک دو کرشن کمار۔ غصہ حرام ہوتا ہے۔" اس نیک بزرگ نے مجھے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "طیش کی حالت میں انسان صحیح اور غلط کا فیصلہ نہیں کر پاتا۔"

"بکواس مت کر بڈھے۔" میں نے حقارت سے گھورتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تجھے اپنے کئے کی سزا ضرور ملے گی۔"

"سزا اور جزا خدا کے ہاتھ ہے کرشن کمار۔ انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ میری مانو تو تم ٹھنڈے دل سے ان باتوں پر غور کرو۔ کیا عجب ہے کہ کل تمہیں

شرمندگی کا احساس ہو جائے۔"

"اپردھی۔ تیری یہ مجال ہے کہ تو میرے لیے ایسے شبد استعمال کر رہا ہے۔" میں نے گرج کر جواب دیا پھر ایک منتر پڑھ کر اس کی سمت پھونک ماری تو میرے بیروں نے پلک جھپکتے میں اسے جلا کر راکھ کر ڈالا۔

مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس نیک مرد کی لڑکی برابر والے کمرے سے تمام باتیں سن رہی ہے لیکن جب اس نے باپ کو مرتے دیکھا تو چیختی چلاتی کمرے میں آ گئی۔ میں نے اسے قریب سے دیکھا تو وہ گلاب کے کسی پھول کی طرح تر و تازہ اور شاداب نظر آئی۔ وہ ایک سرخ رنگت کی معصوم لڑکی تھی۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے چیلے کو باہر جانے کی ہدایت کی اور خود آگے بڑھ کر اس لڑکی کی کلائی تھامی اور اسے گھسیٹتا ہوا دوسرے کمرے میں لے گیا۔

لڑکی جو اپنے باپ کے غم میں پاگل ہو رہی تھی میرا ناپاک ارادہ بھانپ کر دیوانی ہو گئی۔ پہلے وہ مجھے نوچتی کھسوٹتی رہی اور صلواتیں سناتی رہی لیکن میری شکتی کے آگے بے بس ہو گئی تو اس نے مجھے کوسنا شروع کر دیا اور خدا اور رسول کا واسطہ دے کر مجھے میرے ارادے سے باز رکھنا چاہا لیکن میں اندھا ہو چکا تھا۔ اس کی دل ہلا دینے والی آہ و زاری سے مجھے کوئی سروکار نہیں تھا۔ یوں بھی شیر اس وقت تک اپنے شکار کو نہیں چھوڑتا جب تک اس کی بھوک پوری نہ ہو جائے۔ میری حالت بھی اس وقت کسی آدم خور شیر ہی جیسی تھی۔ مجھے کچھ زیادہ ہی لطف آیا کہ اس کی مزاحمتوں اور آہ و زاریوں سے میرے جذبے درندگی کی سیرابی ہوئی۔

میں نے پل بھر میں لڑکی کو بے بس کر دیا لیکن پیشتر اس کے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا مشک اور عنبر کی خوشبو کا تیز جھونکا میرے اطراف پھیل گیا۔ معاً مجھے اس سفید ریش بوڑھے کا خیال آ گیا جو میرے خیال کے مطابق مجھے خواب میں نظر آیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اس کی کہی ہوئی باتیں بھی یاد آ گئیں۔

ایک لمحے کے لیے میں نہ جانے کیوں پریشان ہو گیا پھر جو میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہی سفید ریش بزرگ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جن میں غضب اور جلال تھا۔ ان کے چہرے پر بھی جلال طاری تھا اور آنکھوں سے نفرت مترشح تھی۔ انگلیاں بڑی تیزی سے تسبیح کے دانوں پر چل رہی تھیں۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو بولے۔

"افضل بیگ، تمہیں بہت موقع دیا گیا مگر تمہیں راہ راست پر لانے کے لیے کچھ کرنا ہو گا۔"

لڑکی مجھے بزرگ کی طرف متوجہ دیکھ کر کمرے سے بھاگ گئی تھی۔ میں نے اپنے شکار کو کمرے سے غائب پایا تو میرا غصہ اور تیز ہو گیا۔ میں نے اس بوڑھے شخص کو للکارا۔

''بوڑھے، تم نے میرے معاملے میں ٹانگ پھنسا کر اچھا نہیں کیا۔ ایک بار تم مجھ سے جان بچا کر بھاگ نکلے تھے پرنتو آج تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے۔''

''افضل بیگ، اب بھی وقت ہے ہوش میں آ جا۔'' بزرگ نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔ ''مجھے مت للکار، میں کہتا ہوں ہوش میں آ جا۔''

''او بے لگام بوڑھے، کیا تجھے میری شکتی کا اندازہ نہیں ہے۔ میں تجھے پل بھر میں جلا کر بھسم کر سکتا ہوں۔'' میں نے غصے سے کہا۔ ''جب موہن لال جیسا مہان پجاری میری شکتی سے ہار مان گیا تو تو کیا بیچتا ہے۔ میں تجھے اوش کشٹ دوں گا۔''

''بے ادب...... گستاخ...... تیرے مقدر کا لکھا اب پورا ہو کر رہے گا۔'' بزرگ نے بڑی جلالی حالت میں یہ جملہ ادا کیا۔ تسبیح کے دانوں پر ان کی انگلیوں کی حرکت تیز ہو گئی۔

میں نے ایک جنتر پڑھنا چاہا لیکن میری یادداشت جیسے زنگ آلود ہو گئی۔ میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں زمین میں دھنستا جا رہا ہوں۔ جیسے میرے بدن کی ساری طاقت رفتہ رفتہ زائل ہو رہی ہو۔ میری رگوں میں شدید کھنچاؤ پیدا ہو رہا تھا اور پھر میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں نے اس کیفیت پر غالب آنے کے لیے اپنے سر کو جھٹکا اور خود کو اس بے ہوشی سے بیدار رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن میرے بدن میں جیسے رعشہ آ گیا تھا۔ ہر شے گھومتی نظر آ رہی تھی۔ دھرتی اور آکاش سب چکرا رہے تھے اور پھر مجھے اتنا یاد ہے کہ میں غش کھا کر زمین پر گر پڑا تھا۔

کیا آپ یقین کریں گے کہ دوبارہ جب میرے اوسان بحال ہوئے تو دنیا مجھے بدلی ہوئی معلوم ہوئی۔ میں ایک طویل مدت تک خود سے علیحدہ رہا۔ میں زندہ رہا مگر احساس زندگی سے محروم۔ جب مجھے اپنے متعلق اپنے وجود کے متعلق کچھ سوچنے کا احساس ہوا تو مین نے دیکھا کہ میرا حلیہ بدلا ہوا ہے۔ میرے جسم پر بے تحاشا بال اگے ہوئے ہیں۔ جسم پر کپڑے بری طرح پھٹے ہوئے ہیں۔ تمام غلاظتیں میں اپنے جسم پر اوڑھے ہوئے ہوں۔ میں نے اپنے جسم پر میل اور گندگی کی تہیں جمی ہوئی محسوس کیں۔ کرشن کمار ایک گداگر ایک ذلیل ترین۔ ایک نفرت انگیز شخص کی صورت میں مجھے نظر آیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: ''میں کون ہوں۔''

انہوں نے نفرت سے آنکھیں پھیر لیں اور میری بات کا جواب دینے کے بجائے سہم کر چلے گئے۔ ایک بچہ مجھے دیکھ کر بھاگا۔ جب میں نے اس سے پوچھا۔ ''یہ کون سی جگہ ہے؟''

''پاگل...... پاگل...... مجھے بچاؤ۔'' وہ چیختا ہوا بھاگا۔ بعد میں جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ میرے پاگل پن کی کیفیت ختم ہو چکی ہے اور میں مسلسل آہ وزاری کر رہا ہوں تو میرے قریب آئے اور مجھے بتایا کہ کوئی پانچ سال سے میں پاگل ہوں اور دیوانوں کی طرح سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا ہوں۔

میرے چیلوں نے کئی بار مجھے اٹھانا چاہا مگر میں نے انہیں دھتکار دیا۔ شروع شروع میں ہندو عورتوں نے میری پوجا شروع کر دی تھی مگر جب انہیں محسوس ہوا کہ میری یہ کیفیت پاگل پنے کی سوا کچھ نہیں تو انہوں نے بھی آنا بند کر دیا۔ رفتہ رفتہ مجھے گزری ہوئی باتیں یاد آنے لگیں۔

یہ سب اسی مرد قلندر کی بددعا کا نتیجہ تھا۔ یقیناً یہ اس کی غیر معمولی طاقت کا ادنیٰ کرشمہ ہو گا کہ جس نے پاربتی دیوی کے عظیم سیوک کرشن کمار مہاراج کو عرش سے اٹھا کر فرش پر لا ڈالا تھا۔ کرشن کمار کے پاس اب کچھ نہ تھا۔ اس کا سارا غرور اس سے چھین لیا گیا تھا۔ میں نے ہوش میں آتے ہی محسوس کر لیا تھا کہ میری ساری ماورائی طاقتیں ختم ہو چکی ہیں۔ میں نے اپنے بیروں کو پکارا مگر میری آواز میرے حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ میں نے پاربتی کو آواز دی۔ شیو شنکر مہاراج کو یاد کیا۔ میں نے اردگرد گزرتے ہوئے چیلوں سے مدد کی درخواست کی مگر سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کو ختم کرنے والے عظیم طاقت کے مالک کرشن کمار مہاراج کی بات پر کسی نے کان نہ دھرے۔ میرے بیر مجھ سے دور ہو گئے۔ میرے منتر بے اثر ہو گئے۔ سب کچھ مجھ سے چھین گیا۔ آہ تو کیا یہ سب فریب تھا۔ ہاں یہ سب فریب تھا۔ وہ پاربتی کہاں گئی جس کے اشاروں پر کرہ ارض حرکت میں آ جاتا ہے، وہ بیر کہاں گئے جو پلک جھپکتے ہی قہر بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ گنیش دیوتا...... وہ اسرار...... جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ سب کہاں چلے گئے۔ جب اس بزرگ نے مجھے کشٹ دیا تو وہ میری مدد کو کیوں نہیں آئے۔ میرا مذہب...... میں جو افضل بیگ تھا۔ میں اپنے مذہب عظیم سے بچھڑ گیا۔ میری آنکھوں پر پردہ پڑ گیا تھا۔ سونا گھاٹ کے اس پُراسرار پجاری سے انتقام لینے کے لیے جو جتن میں نے کیے ان کی حیثیت کیا تھی۔ میں نے اپنی زندگی کے سنہرے ماہ و سال، جاپ، ریاضت، مشقت، سزا، دکھ، اذیت، ظلم اور درندگی میں گزارے۔ سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کو ختم کرنا کون سا مشکل کام تھا۔ جب کہ سونا گھاٹ کے پجاری جیسی طاقت رکھنے والا کرشن کمار ایک لمحے میں سب کچھ کھو بیٹھا۔ میرے دل میں پہلی بار اپنے پرانے مذہب سے شدید محبت کا جذبہ پیدا ہوا۔ ایسا جذبہ جو کچھ کھو کر ہی پیدا ہوتا ہے۔ پہلی بار مجھے اپنے مذہب کی عظمت کا احساس ہوا۔ میں نے سڑک پر گندگی کے عالم میں بے تحاشا سجدے کرنے شروع کر دیے اور پھر اسی عالم میں اٹھ کر میں نے بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے سڑکوں پر شکستہ لباس میں ملبوس ایک شخص کو پاگلوں کی طرح بھاگتے دیکھا۔

میں فاصلوں کو طے کرتا رہا۔ میلوں...... مجھے یاد نہیں کہ کب تک میں اس وحشت میں بھاگتا رہا۔ جب میں منزل پر پہنچا تو میں نے رو رو کر ساری عمارت اور اس کے مکینوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ میرا چہرہ خون سے لہولہان تھا۔ میں غوث پاک کے مزار مبارک کے سنگ مقدس پر اپنا سر پھوڑ رہا تھا۔

ایک بزرگ مجاور نے مجھے اس کیفیت سے بیدار کیا۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور اپنے

سینے سے لگالیا۔ مجھے کپڑے پہنائے گئے۔ غسل کرایا گیا۔ میرے جسم کو خوشبویات سے معطر کیا گیا اور پھر میں نے غوث پاک کے مزار پر حاضری دی اور تمام تر عجز کے ساتھ اپنے گناہوں سے معافی کے لیے غوث پاک کی سفارش چاہی۔

کتنے موقعے آئے جب مشک اور عنبر کی خوشبو اور اس خضر منزلت بزرگ نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی مگر میرے مقدر میں تو رسوائیاں لکھی تھیں۔ جب موقع آیا تو مجھے بدلتے دیر نہیں لگی۔ لمحوں میں میرا قلب منور ہو گیا۔ لمحوں میں مجھے کفر اور ایمان کا تجزیہ کرنے اور شناخت کرنے کی سعادت نصیب ہو گئی۔

ان واقعات کو آج چالیس برس سے زیادہ گزر چکے ہیں، اس عرصے میں، میں نے ان بزرگ کو تلاش کرنے کی خاطر دہلی کا کونا کونا چھان مارا۔ ہندوستان مین اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دی لیکن دوبارہ کبھی وہ مرد قلندر مجھے کہیں نہ مل سکا جس نے کفر کی راہ سے ہٹا کر مجھے ایمان کی دولت سے سرفراز کیا تھا۔

پاربتی، بیر، مندر، گنیش دیوتا، پجاری، نرملا، رضیہ، دیوداسیاں۔ وہ دنیا عجیب تھی۔ وہ حقیقت کتنی تلخ تھی۔ میں جہاں جہاں گیا اور جس جس عالم میں گزرا۔ دنیا کے کم ہی انسان ایسی غیر معمولی کیفیتوں سے دو چار ہوئے ہوں گے اور دنیا کے کم ہی انسانوں کو اپنے گناہوں پر اتنی ندامت ہوئی ہوگی۔ جتنی مجھے ہے۔

لوگوں نے اس سلسلے کے بارے میں بعض مقامات کردار اور دیگر ماورائی اشیاء کی وضاحت چاہی۔ میں نے یہ سلسلہ صرف واقعاتی انداز میں تحریر کیا ہے۔ ہندو دھرم کا میں نے علمی اور نظریاتی حیثیت سے بھی مطالعہ کیا ہے اور بہت قریب سے اسے محسوس کیا ہے۔ میں اسے ضرور لکھوں گا۔ شاید مجھے اتنی مہلت ضرور مل جائے کہ میں اپنے مشاہدات اور تاثرات کا علمی تجزیہ کرسکوں۔ میرا خیال ہے یہ ایک قیمتی کتاب ہوگی۔

ختم شد